سلسلہ صحابہ میں وفات پانے والے آخری دس صحابہ کرامؓ کا تحقیقی تذکرہ

A Scholarly Study on the Departure of the Last Ten among the Ṣaḥāba (R.A)

Dr. Muhammad Ayāz

Assistant Professor, Department of Islāmic Studies, Agriculture University, Peshāwār, Pākistān

Muhammad Izāz Ullāh

Ph.D Research Scholar, Department of Islāmic Studies, Agriculture University, Peshāwār, Pākistān

Abstract:

The term of Ṣaḥāba refers to the companions, disciples, scribes and family of the holy Prophet Muhammad (PBUH). The most widespread definition of a companion is someone who met Muhammad, believed in him, remained faithful and died as a Muslim. Ṣaḥāba struggled their best to spread Islām through out the world. They are not like ordinary people according to Islām, they are considered to be the most prominent and superior among all human beings after Prophets. Therefore Strong feeling of affection for them is the truthfulness towards the Prophet Muhammad (PBUH), and it is the symbol of faith. There are thousands of Ṣaḥāba who struggled their best to spread the true message of Islām, however hardly anyone knows about the last one? In this article we will discuss about the last ten Ṣaḥāba.

Keywords: Ṣaḥāba, Abū Ūmāma, Anās bin Mālīk, Muḥamm'ād

تعارفِ موضوع:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وہ مقدس ہستیاں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت، ہم نشینی اور نصرت کے لئے چنا تھا۔ پیغمبر خدا کی ہم نشینی اور صحبت سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ صحابہ کرامؓ کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے، اور دین اسلام کو دنیا کے سامنے بطور عملی نمونہ پیش کرنے کا ذریعہ یہی قدسی نفوس تھے۔

علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرامؓ تمام کے تمام عادل ہیں۔

دین حق کے باب میں دیانتداری، عدل و انصاف، ایثار و قربانی اور بہادری و شجاعت کی امثال جس قدر صحابہ کرامؓ نے اس امت کے سامنے پیش کیں، کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں میں اس کا عشر عشر بھی موجود نہیں۔

اس مقالہ میں صحابہ کرامؓ کا تفصیلی ذکر قطعاً مقصود نہیں۔ اس لئے کہ یہ تفصیلات سیرت و تاریخ کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں۔ یہاں صرف ان کے سن وفات کا تذکرہ مقصود ہے۔ البتہ چیدہ چیدہ واقعات اس لئے ذکر کئے تاکہ سیرت سے وابستہ افراد کے سامنے ان کا تعارف ہو سکے۔

۱۔ عبداللہ بن جعفرؓ

سلسلہ نسب: عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف و یحییٰ ابو جعفرؑ۔

آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ محمد بن سعد (م۔ ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں کہ والدہ کا نام أسماء بنت عمیس بن معد بن تیم بن مالک بن قحافہ ہے۔ زوجہ کا نام الامیہ ہے، جس سے جعفر پیدا ہوئے اور اسی پر آپ کی کنیت مشہور ہے۔ ایک زوجہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہے جو کہ فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہے۔ اس سے علی عون الاکبر، محمد و عباس اور ایک لڑکی اُم کلثوم پیدا ہوئے۔ ایک زوجہ جمانہ بنت المسیب ہے۔ اس سے حسین اور عون الاصغر پیدا ہوئے۔ یہ حسینؓ بن علی کے ہمراہ شہید ہوئے تھے۔ ایک زوجہ الخوصاء بنت خصفہ بنت ثقف ہے جس سے ابابکر، عبید اللہ اور محمد پیدا ہوئے۔^۱

عبد اللہ بن جعفر حبشہ میں پیدا ہوئے۔ جب جعفر بن ابی طالب حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تو وہاں عبد اللہ پیدا ہوئے جو مسلمانوں کے ہاں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔ عبد اللہ کے علاوہ عون اور محمد بھی حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔^۲ ۷ھ میں جعفر بن ابی طالب معہ اہل و عیال مدینہ واپس ہوئے۔ یہ غزوہ خیبر کا زمانہ تھا۔ عبد اللہ کی عمر اس وقت سات سال تھی۔^۳

عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں میرے والد جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کے اٹھایا اور تین مرتبہ فرمایا کہ اے اللہ! تو جعفر کے اہل میں ان کا خلیفہ ہو جا اور عبد اللہ کے ہاتھ کے معاملات میں برکت دے۔ اس کے بعد ہماری والدہ آئیں اور یتیمی کا فریاد کرنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں پر تنگدستی کا اندیشہ کرتی ہو حالانکہ میں دنیا و آخرت میں ان کا ولی ہو^۴۔

آپؓ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک ہوئے۔ جنگ بندی کے صلح نامہ پر حضرت علیؓ کی طرف سے گواہ تھے۔ ابن مالجم نے جب حضرت علیؓ کو شہید کر دیا تو قصاص میں عبد اللہ ہی نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر بدلہ لیا تھا۔^۵

آپؓ سے کئی احادیث مروی ہیں۔ تلامذہ میں آپ کے بیٹے، اسماعیل، مطربہ، ابو جعفر، محمد بن علی بن حسین، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، سعد بن ابراہیم، عبد اللہ بن ابی ملیکہ وغیرہ ہیں۔^۶

آپؐ انتہائی سخی تھے۔ مدینہ میں اس زمانہ میں دس اصحاب سخاوت میں مشہور تھے، آپ ان میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اس سخاوت کی وجہ سے آپؐ کو بحر الجود کہا جاتا تھا۔ زیاد بن اعم بن اعمؓ مرتبہ ان کے پاس دیتوں کے سلسلہ میں امداد طلب کرنے آئے اور آپؐ نے ان کی طرف سے پانچوں مرتبہ دیت ادا کی^۸۔

آپؐ نے ایک دفعہ زبیر ابن العوامؓ، جو ابو بکر صدیقؓ کے داماد اور اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ کے شوہر تھے، کو دس لاکھ درہم قرض دیئے تھے۔ جب زبیرؓ جنگ جمل میں شہید ہوئے تو ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ آپؐ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اپنے والد کے وصیت نامہ میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے ذمہ دس لاکھ درہم ہیں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ بے شک وہ سچے ہیں، جب تم چاہو مجھ سے وصول کر لو۔ بعد میں عبداللہ بن زبیرؓ حقیقت جان گئے تو دوبارہ ملاقات پر کہا کہ مجھے وہم ہو گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ اب وہ مال انہیں کا ہے دینے کی ضرورت نہیں۔ زیادہ اصرار پر آپؐ نے کہا کہ اچھا بدلہ میں جو چاہو ادا کرو، رقم ہو یا کوئی مال وغیرہ۔ چنانچہ وہ آپؐ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ایک ویران زمین آپؐ کو بدلہ میں دے دی۔ معاملہ طے پانے کے بعد آپؐ نے اس زمین پر غلام سے مصلیٰ بچھوایا اور دو رکعت نماز طویل سجدہ کے ساتھ پڑھی اور دعا کی۔ جب فارغ ہوئے تو غلام کو حکم دیا کہ سجدہ کی جگہ کھودو۔ چنانچہ وہاں پانی کا چشمہ نکل آیا^۹۔ آپؐ کی سخاوت وجود و عطا کے اور بھی قصے سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

عبداللہ بن جعفرؓ شام، بصرہ اور کوفہ میں بھی اقامت پذیر ہوئے لیکن آخر میں مدینہ آ گئے^{۱۰}۔ آپؐ اعلیٰ اخلاق و سیرت اور کردار کے اوصاف سے متصف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ عبداللہ صورۃً اور سیرۃً میرے مشابہ ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اموی خلیفہ ابان بن عثمان تدفین کے وقت آپؐ کی صفات بیان کر رہے تھے اور رورہے تھے۔

وفات:

آپؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت دس سال کے تھے۔ وفات کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ بطن مکہ جو مدینہ کے قریب ہے، میں زبردست سیلاب آیا جس سے بہت تباہی مچ گئی تھی، اسی میں آپؐ بھی فوت ہو گئے۔ یہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ تھا۔ وفات کے وقت عمر ۹۰ سال تھی^{۱۱}۔ ابان بن عثمان جو مدینہ کے والی تھے نے جنازہ پڑھائی۔ غسل و کفن میں شریک رہے۔ جنازہ کے وقت لوگوں کا ازدحام تھا۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔ ابان بن عثمان بقیع تک جنازہ کے ساتھ آئے۔ غم کا یہ عالم تھا کہ رخسار پر آنسو رواں تھے اور کہتے تھے کہ واللہ! تم میں خیر ہی تھا، شر نہ تھا۔ واللہ! تم اسیل، شریف اور نیک تھے^{۱۲}۔

آپؐ کی وفات ۸۴ھ میں ہوئی۔ ابوالحسن علی الشیبانی الجوری، خلیفہ بن خیاط، ابن عساکر، ابن حجر العسقلانی، اور ابوالقاسم البغوی وغیرہ نے ۸۴ھ کے اقوال نقل کئے ہیں۔

۲۔ ابو امامہ الباہلیؓ

سلسلہ نسب: آپ کا سلسلہ نسب صدی بن عجلان من بنی سہم بن عمرو بن ثعلبہ بن غنم بن قتیبة بن معن بن مالک بن أعصر اور کنیت ابو امامة الباهلي مذکور ہے اور یہی کنیت زیادہ مشہور ہے^{۱۷}۔ امام بخاری (م- ۲۵۶ھ) نے آپ کا سلسلہ نسب صدی بن عجلان بن وہب بن عمرو ابو امامة الباهلي تحریر کیا ہے^{۱۸}۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ نَاظِلًا ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان میں سے ہوں جنہوں نے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں^{۱۹}۔ مسلمان ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قوم باہلی کی طرف بھیجا۔ یہ جب وہاں پہنچے تو ان کے قوم کے لوگ اونٹوں سے دودھ دوہ کر پی رہے تھے۔ آپ کی قوم کو آپ کے اسلام لانے کا پتہ چل چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا، سنا ہے کہ تم بے دین ہو چکے ہو۔ آپ نے کہا بے دین نہیں ہوا، البتہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ کے سامنے اسلام اور اس کے قوانین پیش کروں۔ اسی اثنا میں ایک شخص خون سے بھرا ایک برتن لایا اور سب اس کو پینے لگے۔ آپ کو شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے قرآن کی آیت "حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَتِيرِ" سنائی اور کہا کہ اللہ نے اس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ نے ان سے پانی مانگا تو انہوں نے انکار کیا، چنانچہ آپ وہاں ریت پر لیٹ کر سو گئے۔ خواب میں اللہ نے آپ کو سیراب کر دیا۔ اس کے بعد تھوڑی سی گفتگو کے بعد قوم والے مسلمان ہو گئے^{۲۰}۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کو دوسروں تک پہنچانا ان کا خاص شغف تھا۔ جہاں دو چار آدمی ایک جگہ بیٹھے مل جاتے، ان کے کانوں تک احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دیتے۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ ابو امامہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث کی بہت باتیں سناتے اور کہتے کہ ان کو سنو، سمجھو اور جو سنتے ہو اس کو دوسروں تک پہنچاؤ^{۲۱}۔ داڑھی کو زرد رنگ دیتے تھے^{۲۲}۔ آپ نے پہلے مصر میں قیام کیا اور بعد میں حمص شام میں سکونت اختیار کی۔ ان کی روایت کثرت سے ہیں^{۲۳}۔ آپ سے روایت لینے والے سلیم بن عامر، قاسم ابو عبید الرحمن، ابو غالب الحزور، شریح بن مسلم اور حمید بن ربیعہ وغیرہ ہیں^{۲۴}۔

وفات کے بعد آپ نے ایک بیٹا چھوڑا جس کا نام مغلس بیان کیا جاتا ہے^{۲۵}۔ ۸۶ھ میں ۹۱ سال کی عمر میں عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں شام میں وفات پائی۔ شام میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے^{۲۶}۔

۳۔ عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدیؓ

سلسلہ نسب: آپ کا نسب نامہ عبد اللہ بن حارث بن جزء بن عبد اللہ بن معدیکرب بن عمرو الزبیدی مذکور ہوا ہے اور الزبیدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ آپ کے آباواجداد میں زبیدی نام کا ایک شخص تھا جو کہ یمن کے قبیلہ مذحج کے سردار تھے^{۲۳}۔

آپ کے ایک چچا محمیہ بن جزء تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور مال غنیمت کی تقسیم پر مامور تھے^{۲۴}۔ محمیہ بن جزء ہجرت حبشہ دوم میں گئے تھے۔ قدیم الاسلام تھے اور حبشہ سے آخر میں واپس لوٹے تھے۔ سب سے پہلے غزوہ مرسیع میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکالنے پر نگران بنایا^{۲۵}۔ اس لئے محمد بن سعدؒ نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے المرسیع میں خمس کی تقسیم اور مسلمانوں کے حصوں پر محمیہ بن جزء الزبیدی کو عامل بنایا^{۲۶}۔ یعنی یہ غزوہ بدر میں شریک نہ تھے۔ محمیہ بن جزء أم الفضل لبابہ بنت الحارث کے اخیانی بھائی تھے، اور یہ عباس بن عبد المطلب کی زوجہ تھی^{۲۷}۔

عبد اللہ بن الحارث کا ایک بیٹا الریح تھا، جو کہ آپ سے روایت بھی لیتا تھا^{۲۸}۔ آپ کے تلامذہ میں عبد الملک بن ثلیل البلوی، مسلم بن زید الصدقی، عقبہ بن مسلم التجیبی، عباس بن جلید الحجری، آپ کا بیٹا الریح وغیرہ شامل ہیں^{۲۹}۔

آپ فرماتے تھے کہ جس نے دین کا علم حاصل کیا اللہ اس کے رزق اور پریشانی کے لئے غیب سے کافی ہو جائیں گے^{۳۰}۔

وفات:

آپ فتح مصر میں شریک تھے اور بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ مصر میں اقامت اختیار کی اور وہی پر عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ مصر میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے^{۳۱}۔ سن ۸۶ھ آپ کا سال وفات ہے۔ صاحب معرفۃ أبو نعیم، الإصابة فی تمییز الصحابة، تاریخ الاسلام الذہبی سب نے ۸۶ھ سال وفات ذکر کیا ہے۔

۴۔ سہل بن سعد الساعدیؓ

سلسلہ نسب: آپ کا نسب نامہ سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدة الساعدی مذکور ہوا ہے^{۳۲}۔ کنیت ابو العباس تھی^{۳۳}۔ اسلام لانے سے قبل آپ کا نام خزن رکھا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے سہل رکھ لیا^{۳۴}۔

آپ کے دادا (سہل کے والد) سعد بن مالکؓ غزوہ بدر کے لئے تیاری کر چکے تھے، لیکن کوچ کرنے سے قبل ہی مقام روحا میں وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ غنیمت بدر سے الگ کر لیا تھا۔ بنی قارظ کے قریب مدفون ہوئے^{۳۶}۔

آپؐ ہجرت سے ۵ سال قبل پیدا ہوئے، یعنی پانچ سال کے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار دیکھا^{۳۷}۔ غزوہ اُحد میں باوجودیکہ ۸، ۹ سال عمر تھی پھر بھی دیگر لڑکوں کے ساتھ شہر کی حفاظت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو جب دھویا گیا تو یہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تھے^{۳۸}۔ غزوہ خندق میں صغر سنی کے باوجود جوش و جذبے سے سرشار خندق کھودتے اور مٹی اٹھا کر کندھے پر لے جاتے^{۳۹}۔ عبداللہ بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی اپنے والد عباس سے اور وہ اپنے والد سہلؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنگل کے درخت طرفاء سے تین درجے کا منبر بنایا گیا، سہل اس کی ایک ایک لکڑی اٹھا کر لاتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے اس کو مقام منبر پر رکھ دیا^{۴۰}۔ حضرت سہلؓ سے کسی نے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر کس لکڑی سے بنا ہوا تھا؟ انہوں نے فرمایا واللہ یہ بات سب سے زیادہ مجھے معلوم ہے کہ وہ کس لکڑی سے بنا ہوا تھا؟ کس نے اسے بنایا تھا؟ کس دن بنایا گیا تھا؟ کس دن مسجد نبوی میں لا کر رکھا گیا اور جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر رونق افروز ہوئے وہ بھی میں نے دیکھا ہے^{۴۱}۔

سہلؓ کے تین بیٹے تھے۔ عباس بن سہل، یحییٰ بن سہل اور ایاس بن سہل^{۴۲}۔ محمد بن سعدؒ نے آپ کی دو بہنوں کا ذکر کیا ہے۔ عمرہ بنت سعدؒ اور نائلہ بنت سعدؒ۔ آپ کی ایک پھوپھی زاد بہن بھی عمرہ نام کی تھی، جس کی والدہ کا نام ہند بنت عمرو ہے جو کہ آپؐ کی پھوپھی تھی۔ یہ سب بھی مشرف بہ اسلام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکے تھے^{۴۳}۔ سہلؓ کے ایک بھائی کا نام سہیل بن سعد الساعدیؓ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت حاصل تھی^{۴۴}۔ ابن مندہ اور ابو نعیم بیان کرتے ہیں کہ ایک بھائی ثعلبہ بن سعد بن مالک الساعدیؓ بھی تھے جو کہ بدر اور پھر اُحد میں بھی شریک ہوئے اور احد کے دن شہید ہوئے۔ یہ آپ سے عمر میں بڑے تھے^{۴۵}۔

سہل بن سعدؒ کے تلامذہ میں آپ کے بیٹے عباس، ابو حازم، زہری، یحییٰ بن میمون، سعید ابن مسیب اور وفاء بن شریح قابل ذکر ہیں۔

وفات:

سہلؓ ۸۸ ہجری میں ۹۱ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور آپ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔^{۴۶}

معجم الصحابة للبغوی، تاریخ مولد العلماء ووفیاتهم اور معرفة الصحابة لأبی نعیم وغیرہ کے مصنفین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سہل بن سعدؓ ۸۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

۵۔ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

سلسلہ نسب: آپ کا شجرہ نسب عبداللہ بن ابی اوفیٰ واسم ابی اوفیٰ علقمة بن خالد بن الحارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبة بن ہوازن بن أسلم بن أفضی من خزاعة اور کنیت ابو معاویہ بیان ہوا ہے۔^{۴۷}

عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سات غزوات کئے اور ہم ٹڑی کھاتے تھے^{۴۸}۔ اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے ہاتھ میں تلوار کے زخم کے نشان کے بارے میں پوچھا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ زخم مجھے حنین کی جنگ میں لگا تھا۔ میں نے کہا کہ آپؐ حنین کی جنگ میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں اور اس سے پہلے بھی^{۴۹}۔ آپؐ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ چنانچہ ان سے روایت ہے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں: عبداللہ فرماتے تھے کہ بیعت رضوان میں ہم ۱۳۰۰ اصحاب تھے^{۵۰}۔

عمرو بن مرہؓ ہی سے منقول ہے کہ ہم نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ صدقہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی کہ اے اللہ! ال ابی اوفیٰ پر سلامتی اور رحمت نازل فرما^{۵۱}۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رحمت اس قوم میں نازل نہیں ہوتی جہاں قاطع رحم کے موجود ہوں^{۵۲}۔

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ سرخ خضاب کیا کرتے تھے^{۵۳}۔ آپؐ کا ایک بھائی زید بن اوفیٰ ہے اور یہ مواخاۃ کے وقت حاضر تھے۔ ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔

وفات:

ابن الاثیر الجزری الکامل فی التاریخ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ الاسلمی ۸۷ھ میں فوت ہوئے اور حدیبیہ اور خیبر میں شریک تھے^{۵۴}۔ عبدالعزیز الکتانی لکھتے ہیں کہ ۸۶ھ میں وفات ہوئی اور کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے^{۵۵}۔ سلیمان التیمی لکھتے ہیں کہ آپؐ ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں فوت ہوئے اور کوفہ میں آخری صحابی تھے^{۵۶}۔ ابوالقاسم ابن عساکر نے بحوالہ ابو نعیم اور بحوالہ بخاری لکھا ہیں کہ ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں فوت ہوئے^{۵۷}۔

۶۔ عبداللہ بن بسر المازنی

سلسلہ نسب: آپ کا شجرہ نسب عبداللہ بن بسر المازنی مازن بن منصور اور کنیت ابو صفوان مذکور ہوا ہے۔^{۵۸}

عبداللہ بن بُسرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھانا پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تناول فرمایا۔ اس کے بعد کھجور پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کس میں سے تناول فرماتے رہے اور گھٹلی اپنے دو انگشت سُبَابہ اور وسطی سے پھینکتے رہے^{۵۹}۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور برکت کی دعا دی۔ آپؐ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی^{۶۰}۔

عبداللہؓ اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے یہ میرا ہاتھ ہے، اس سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے^{۶۱}۔

جریر بن عثمان اور صفوان بن عمرو کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن بُسرؓ صحابی کو دیکھا ہے۔ آپؓ نگے سر تھے اور سر اور داڑھی زرد تھی^{۶۲}۔

جریر بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ کو دیکھا کہ کپڑے سمیٹے ہوئے تھے اور کرتے پر چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اگر آپؓ کو راہ میں کوئی پتھر نظر آتا تو اسے ہٹا دیا کرتے تھے^{۶۳}۔

عبداللہ بن بُسرؓ کی والدہ کا نام کتابوں میں اُم عبداللہ درج ہے۔ عبداللہ کے ایک بھائی عطیہ بن بُسر المازنی تھے^{۶۴}۔ آپؓ کی ایک بہن الصماء کے نام سے تھی جو آپؓ سے عمر میں بڑی تھی۔ احادیث سے شغف رکھتی تھی اور روایات کے سلسلے میں ان کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے^{۶۵}۔

امام بخاریؒ (م-۲۵۶ھ) نے تاریخ صغیر میں عبداللہ بن بُسر کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لڑکا ایک صدی زندہ رہے گا۔ چنانچہ وہ ایک سو سال تک زندہ رہے^{۶۶}۔

وفات:

ابو القاسم البغوی نے معجم الصحابہ میں بحوالہ ابو سلمہ ۸۷ھ سن وفات ذکر کیا ہے^{۶۷}۔ عبدالعزیز الکتانی الدمشقی نے "تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم" میں بحوالہ واقدی اور عمرو بن نمیر ۸۸ھ سن ذکر کیا ہے^{۶۸}۔ ابو القاسم ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق میں بحوالہ خلیفہ بن خیاط ۸۸ھ اور ۹۴ سال کی عمر درج کی ہے^{۶۹}۔ محمد ابن سعد البصری نے بھی "طبقات الکبریٰ" میں ۸۸ھ سن وفات لیا ہے اور آپؓ نے بھی ۹۴ سال کی عمر میں وفات پر اتفاق کیا ہے^{۷۰}۔

۷۔ ہرماس بن زیاد الباہلی

سلسلہ نسب: آپؓ کا شجرہ نسب ہرماس بن زیاد بن مالک بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن غنم بن قتیبة الباہلی اور کنیت ابو حدیر ہے^{۷۱}۔ ابو نعیم نے سلسلہ نسب یوں بیان کیا ہے۔ ہرماس بن زیاد بن عمرو بن

عامر الباہلی و یکنی ابا جُدیر^{۴۲}۔ ابوالحسن الجزری نے لکھا ہے کہ آپ کا نام شریح تھا^{۴۳}۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ آپ یمامی تھے^{۴۴}۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ہمیں ہرماس بن زیاد نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم الاضحیٰ کے دن اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے، حال یہ تھا کہ میں اپنے والد کے پیچھے بیٹھا تھا^{۴۵}۔

ہرماس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے والد کے ہمراہ حاضر ہوئے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی^{۴۶}۔ جبکہ ایک روایت یوں ہے۔

"عن عكرمة بن عمار، عن الهرماس بن زياد، قَالَ: مددت يدي إلى رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأنا غلام ليبياعني فلم يبياعني" ^{۴۷}۔

(ترجمہ): عکرمہ بن عمار کہتے ہیں کہ ہرماس بن زیاد نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت نہیں کیا اس لئے کہ میں اس وقت چھوٹا تھا۔

تھقاف بن زیاد روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ہرماس بن زیاد سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کو اسلام پر بیعت کیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے اور میرے اولاد کے لئے دعا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعادی اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا^{۴۸}۔

ہرماس بن زیاد سے ایک اور روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین میں نماز ادا فرما رہے تھے^{۴۹}۔

عکرمہ بن عمار، حنبل بن عبد اللہ کے علاوہ آپ کے بیٹے بھی آپ سے روایت لیتے تھے^{۵۰}۔ آپ شعر گوئی بھی کرتے تھے۔ آپ اور ابو امامہ الباہلی ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابی ذکریا بن منہد کہتے ہیں کہ ہرماس بن زیاد یمامہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے^{۵۱}۔

وفات:

شمس الدین الذہبی سیر أعلام النبلاء میں لکھتے ہیں کہ "أُظُنُّ أَنَّ الْهَرْمَاسَ بَقِيَ حَيًّا إِلَى حُدُودِ سَنَةِ تِسْعِينَ"^{۵۲}۔ اسی طرح تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ آپ ۹۰ھ میں فوت ہوئے^{۵۳}۔ جبکہ علامہ ابن حجر العسقلانی نے ۱۰۲ھ سن وفات مذکور کیا ہے^{۵۴}۔ صلاح الدین خلیل الصفدی نے الوافی بالوفیات میں بھی اسی طرح لکھا ہے

کہ آپؐ ۹۰ھ کے حدود میں وفات ہوئے^{۸۵}۔ علاء الدین مغلائی نے بحوالہ ابو نعیم اور ابی ذکریا بن منندہ اکمال التہذیب میں لکھا ہے کہ آپؐ نے طویل عمر پائی اور یمامہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے^{۸۶}۔

۸۔ السائب بن یزیدؓ

سلسلہ نسب: آپؓ کا سلسلہ نسب السائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ بن الأسود اور لقب ابن أخت النمر ہے^{۸۷}۔ آپؓ کو الہذلی بھی کہا جاتا تھا^{۸۸}۔

آپؓ کی والدہ أم العلاء بنت شریخ الحضرمیہ تھی۔ علاء بن الحضرمی ان کے ماموں تھے^{۸۹}۔ علاء بن الحضرمی وہ مشہور صحابی تھے، جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن ساوی العبدی بادشاہ بحرین کے ہاں خط دے کر بھیجا تھا^{۹۰}۔

غزوہ ذی امر (جس میں ایک کافر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اٹھا کر کہا تھا کہ آپؐ کو مجھ سے کون بچائے گا) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس پہنچے تو السائب بن یزیدؓ کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی^{۹۱}۔ آپؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسن بن علی بن ابی طالبؓ ہم عمر تھے۔ دونوں ایک ہی سال پیدا ہوئے۔

امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ السائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج کیا۔ اس وقت میں چھ سال کا تھا^{۹۲}۔ آپؐ سے مروی ہے کہ آپؐ بچوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک آمد کے بعد ملاقات کے لئے نکلے^{۹۳}۔ امام بخاریؒ آپؐ سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کی خالہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی جبکہ آپؐ بیمار تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو وضو کا باقی ماندہ پانی انہوں نے پی لیا۔ سائب بن یزیدؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا تھا تو آپؐ نے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھا^{۹۴}۔

مدینہ میں کبار صحابہ کے بعد جو لوگ افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے ان میں سائب بن یزیدؓ بھی تھے^{۹۵}۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں آپؓ کو مدینہ کے بازار کا نگران مقرر کیا تھا^{۹۶}۔ ابو مردود کہتے ہیں کہ میں نے سائب کو آخری عمر میں دیکھا کہ سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے^{۹۷}۔

الزہری، عمر بن عطاء، عبد الرحمن بن حمید اور محمد بن یوسف وغیرہ نے آپؐ سے روایت کی ہے^{۹۸}۔

وفات:

ابو القاسم البغوی نے معجم الصحابہ میں بحوالہ ابو مسہر ۹۱ھ سال وفات درج کیا ہے^{۹۹}۔ اسی طرح عبدالعزیز الکتانی نے جعد بن عبدالرحمن کے حوالہ سے "تاریخ مولد العلماء ووفیاتہم" میں ۹۱ھ لکھا ہے^{۱۰۰}۔ اور ابو نعیم نے بحوالہ ابن نمیر معرفۃ الصحابہ میں یہی ۹۱ھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپؐ نے ۹۲ھ سال کی عمر میں وفات پائی^{۱۰۱}۔

۹۔ انس بن مالکؓ

سلسلہ نسب: آپ کا سلسلہ نسب انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب عامر بن غنم بن عدی بن النجار أبو حمزہ أنصاری خزرجی ہے^{۱۰۲}۔

آپؐ کے والد مالک بن نضر تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے اپنی بیوی ام سلیم سے ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہی پر انتقال ہوا^{۱۰۳}۔

والدہ کا نام ام سلیم بنت لحيان تھا، جو کہ آپ کے بھائی البراء بن مالک کی بھی والدہ تھی^{۱۰۴}۔ والدہ کا اصل نام ملیکہ بنت لحيان تھا اور لقب الرمیضاء تھا^{۱۰۵}۔ یہ رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں۔ مالک بن نضر کے چھوڑے جانے کے بعد آپ نے ابو طلحہ زید بن سہل الانصاری سے نکاح کیا۔ ان سے عبد اللہ اور اباعمیر پیدا ہوئے۔ حضرت صفیہ ام المومنین جب غزوہ خیبر سے اسیر ہو کر آئی تو آپؐ ہی نے ان کو دلہن بنا کر خیمہ اطہر میں بھیجا۔ اسی طرح ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح میں آئی تو بھی آپ نے ہی ان کو تیار کر کے رخصت کیا^{۱۰۶}۔ ام سلیم کے دو بھائی حرام بن لحيان اور سلیم بن لحيان واقعہ بیر معونہ میں شہید کر دئے گئے تھے۔^{۱۰۷} آپ غزوات میں شریک ہوتی اور پیاسوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پھٹی کرتی۔ غزوہ حنین میں شہید ہوئی^{۱۰۸}۔

انس بن مالک کا لقب خادم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور آخر عمر تک آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی^{۱۰۹}۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میری عمر دس سال تھی۔ میری ماں ام سلیم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئی اور کہا کہ یہ لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا^{۱۱۰}۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر ۸ سال تھی جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور ہوا^{۱۱۱}۔ آپؐ کی کنیت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حمزہ رکھی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حمزہ نامی ایک قسم کی ترکاری کو چنا کرتے تھے یعنی اس کو پسند کرتے تھے۔ آپ اس کنیت پر فخر بھی کرتے تھے^{۱۱۲}۔ کبھی کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے مزاح میں یا ذالذنین بھی کہا کرتے تھے^{۱۱۳}۔

آپ کے مولیٰ نے آپؐ سے سوال کیا کہ آپؐ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ تو آپؐ نے کہا: تمہاری ماں نہ رہے میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا^{۱۲}۔ علامہ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اصحاب سیر نے آپؐ کو بدری صحابہ میں اس لئے شمار نہ کیا کیونکہ اس وقت آپؐ کم عمر تھے۔

اُم سلیم جب آپؐ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انس کے لئے دعا فرمائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اللہم اکثر ماله وولده وادخله الجنة^{۱۳}۔ انسؓ فرمایا کرتے تھے کہ دعا کے دو اثرات تو دیکھ لئے ہیں، اُمید ہے کہ تیسرا بھی دیکھ لوں گا^{۱۴}۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی تھی چنانچہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا۔ اس باغ میں ریحان کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی^{۱۵}۔ مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص انکے برابر نہ تھا۔ اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ انسؓ کے ہاں اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اور پوتوں کی تعداد اس پر مستزاد تھی۔ وفات کے وقت بیٹوں اور پوتوں پوتیوں کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار سو سے اوپر تھا^{۱۶}۔

علی بن جعد شعبہ سے اور وہ ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اُم سلیم کے بیٹے یعنی انسؓ سے بڑھ کر میں نے کسی کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نہیں دیکھی^{۱۷}۔ ابن عون نے بحوالہ موسیٰ بن انس بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے تو آپؐ نے انسؓ کو سعاہ (صدقات کی وصولیابی) کے لئے بحرین بھیجنا چاہا۔ عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ انہی کو بھیجیں کیونکہ یہ عقلمند کاتب ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں روانہ کیا^{۱۸}۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں آپؐ کو تعلیم فقہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا۔ حضرت انسؓ نے مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور زندگی کا بقیہ حصہ وہی بسر کیا^{۱۹}۔

حجاج نے انس بن مالک اور سہل بن سعد الساعدی اور دیگر معززین صحابہ و تابعین کے گردنوں میں مہر لگائی تھی۔ اس کے خیال میں ان لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت اور شہادت کے وقت مدد نہیں کی تھی۔ حالانکہ یہ سب لوگ اس الزام سے مبرا تھے۔ حجاج نے ان لوگوں کی تذلیل اور لوگوں کو ان سے دور رکھنے کی غرض سے ایسا کیا تھا۔ ابن ابی ذئب نے اسحاق بن یزید سے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ کو دیکھا کہ اس کی گردن پر مہر لگا ہوا تھا۔ جو کہ حجاج نے ان کی تذلیل کے لئے لگایا تھا^{۲۰}۔

آپؐ کے مکرین صحابہ میں سے ہیں۔ ابان بن صالح، ابن ابی عیاش، ابراہیم بن مسہر، ابن اخیہ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ، ابو امامہ اسعد بن سہل، اسماعیل بن عبد الرحمن السدی، زید ابن بنت انس بن مالک، وابن ابنہ ثمالہ بن عبد اللہ بن انسؓ، وابن ابنہ حفص بن عبید اللہ بن انس ابن مالکؓ اور ایک کثیر جماعت آپؐ سے روایت کرتی ہے^{۲۱}۔

وفات:

ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں وفات پائی^{۱۳۲}۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ امام ابن سیرین مجھے غسل دیں گے۔ اس وقت وہ اسیر تھے چنانچہ قید سے اجازت دی گئی۔ انہوں نے آپؐ کو غسل دیا اور پھر قید خانہ چلے گئے، گھر نہیں گئے^{۱۳۵}۔ امام بخاری نے بحوالہ ابن علیہ نقل کیا ہے کہ آپؐ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی^{۱۳۶}۔ علامہ بغوی نے بھی ۹۳ھ سن وفات لیا ہے^{۱۳۷}۔ ابو نعیم نے بھی بحوالہ السری ابن یحییٰ نقل کیا ہے کہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے^{۱۳۸}۔ ابن عساکر نے بحوالہ احمد بن حنبلؒ لکھا ہے کہ جمعہ کے دن سن ۹۳ھ میں انتقال کیا^{۱۳۹}۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مدائنی اور خلیفہ بھی اس پر متفق ہیں^{۱۴۰}۔ اپنے محل میں مقام طرف میں فوت ہوئے۔ جنازہ قطن بن مدرک الکلابی نے پڑھائی^{۱۴۱}۔ ثابت بنائی فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں، انہیں میری زبان کے نیچے رکھیں۔ چنانچہ وفات کے بعد وہ بال ان کی زبان کے نیچے رکھے گئے اور اسی حالت میں انہیں دفن کیا گیا^{۱۴۲}۔

۱۰۔ محمود بن الربیع

سلسلہ نسب: آپ کا شجرہ نسب ابن سراقہ بن عمرو بن زید بن عبدہ بن عامرہ بن عدی بن کعب ابن الخزرج بن الحارث بن الخزرج اور کنیت ابو نعیم مذکور ہے^{۱۴۳}۔

آپؐ کی والدہ جمیلہ بنت ابی صعصعہ بن زید بن عوف بن مبزول من بنی مازن بن النجار تھی^{۱۴۴}۔ آپ عبادہ بن صامتؓ کے ختن تھے^{۱۴۵}۔ آپ کی والدہ کا پہلا نکاح عبادہ بن صامت سے ہوا تھا۔ بعد میں ربیع بن سراقہ سے نکاح ہوا جو کہ آپؐ کے والد تھے^{۱۴۶}۔ آپؐ کی زوجہ ام حرام بنت لمحان تھی جو کہ انس بن مالکؓ کی خالہ تھی۔ ان سے محمد پیدا ہوا^{۱۴۷}۔ ابن عساکر نے محمود بن الربیع کے دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ ابراہیم اور محمد^{۱۴۸}۔ اس لئے آپؐ کی ایک کنیت ابو محمد بھی ہے اور ابن حجر کے بقول یہی مشہور ہے۔ اور یہ صحیح اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عساکر نے جن دو بیٹوں کا ذکر کیا ان میں ایک محمد بھی ہے۔ اور عرب زیادہ ترکیت بیٹوں اور بیٹیوں کے نام پر ہی رکھتے تھے۔

محمود بن الربیع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا لیکن اس وقت آپؐ چھوٹے تھے^{۱۴۹}۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا لیکن کوئی روایت نہیں لی۔ جبکہ محمود بن الربیع سے الزہری، مکحول، رجاء بن حیوہ اور عبد اللہ بن عمرو بن الحارث وغیرہ نے روایت لی ہے^{۱۵۰}۔

وفات:

آپؐ نے سن ۹۹ھ میں وفات پائی۔ محمد بن سعد نے محمد بن عمر کے حوالہ سے آپؐ کا سن وفات ۹۹ھ ذکر کیا ہے^{۱۵۱}۔ ابو عمر النمری القرطبی نے بھی ۹۹ھ پر اتفاق کیا ہے^{۱۵۲}۔ ابن عساکر نے بھی عبد اللہ التمیمی کے حوالہ سے

۹۹ھ سن وفات لیا ہے^{۱۳۳}۔ علامہ ابن حجر العسقلانی نے ابو مسہر کے حوالہ سے ۹۹ھ ہی ذکر کیا ہے^{۱۳۴}۔ اس کے علاوہ ابن حبان بھی اس پر متفق ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱. محمد ابن سعد البصری (م-۲۳۰ھ)، متمم لطبقات ابن سعد، ص ۵، جلد ۲، مكتبة الصديق، طائف، ۱۹۹۳م
۲. أيضا، مذکور، ص ۶، جلد ۲
۳. أبو الفضل أحمد ابن حجر العسقلانی (م-۸۵۲ھ)، الإصابة في تمييز الصحابة، ص ۳۵، جلد ۴، دارالكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۵ھ
۴. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۵۹۳، جلد ۱
۵. محمد ابن سعد البصری (م-۲۳۰ھ)، الطبقات الكبرى، ص ۲۸، جلد ۴، دارالكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۰م
۶. أبو الحسن علي الشيباني الجزري، أسد الغابة في معرفة الصحابة، ص ۶۱۸، جلد ۳، دارالكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۴م
۷. أبو محمد عبدالرحمن الرازي ابن أبي حاتم (م-۳۲۷ھ)، الجرح والتعديل، ص ۲۱، جلد ۵، دار إحياء التراث العربي، بيروت، ۱۹۵۲ م
۸. شاه معين الدين أحمد ندوى (م)، سير الصحابة، ص ۳۶۰، جلد ۴، دارالإشاعت، کراچی، ۲۰۰۴م
۹. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذکور، ص ۱۹۹، جلد ۳
۱۰. أبو القاسم عبدالله البغوی (م-۳۱۷ھ)، معجم الصحابة، مكتبة دارالبيان، الكويت، ۲۰۰۰م
۱۱. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذکور، ص ۹۲، جلد ۴
۱۲. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۳۷، جلد ۴
۱۳. أبو زكريا محي الدين النووي (م-۶۷۶ھ)، تهذيب الأسماء واللغات، ص ۲۶۴، جلد ۱، دار الكتب العلمية، بيروت
۱۴. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۶۳۵، جلد ۱
۱۵. محمد بن اسماعيل البخاری (م-۲۵۶ھ)، التاريخ الكبير، دائرة المعارف العثمانية، دکن
۱۶. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۳۴۰، جلد ۳
۱۷. أبو عبدالله حاكم النيسابوري (م-۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۰م

۱۸. أبو محمد عبد الله الدارمي (م. ۲۵۵هـ)، سنن الدارمي، ص ۱۹۷، جلد ۱، دار البشائر، بيروت ۲۰۱۳م
۱۹. محمد بن حبان التميمي (م. ۳۵۴هـ)، الثقات لابن حبان، ص ۲۱۷، جلد ۱، دائرة المعارف العثمانية، دكن، ۱۹۷۳م
۲۰. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۱۴، جلد ۶
۲۱. الجرح والتعديل، مذكور، ص ۴۵۴، جلد ۴
۲۲. صلاح الدين خليل الصفدي (م. ۷۴۴هـ)، الوافي بالوفيات، ص ۱۷۷، جزء ۱۶، دار إحياء التراث، بيروت، ۲۰۰۰ م
۲۳. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۲۸۸، جلد ۷
۲۴. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۲۰۴، جلد ۳
۲۵. أيضا
۲۶. تهذيب الأسماء واللغات، مذكور، ص ۸۵، جلد ۲
۲۷. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۱۹۸، جلد ۴
۲۸. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۱۵۰، جلد ۴
۲۹. عبد الرحمن بن أحمد بن يونس الصدي (م. ۳۴۷هـ)، تاريخ ابن يونس المصري، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۱ھ
۳۰. شمس الدين الذهبي (۷۴۸هـ)، سير أعلام النبلاء، ص ۳۸۷، جلد ۳، دار الحديث، القاهرة،
۳۱. أبو الحسن أحمد ابن حجر العسقلاني (م. ۸۵۲هـ)، لسان الميزان، ص ۲۷۱، جلد ۱، مؤسسة الأعلمي للمطبوعات، بيروت، ۱۹۷۱م
۳۲. عبدالحی بن أحمد الحنبلي (م. ۱۰۸۹هـ)، شذرات الذهب، ص ۳۳۲، جلد ۱، دار ابن كثير، بيروت، ۱۹۸۶م
۳۳. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۴۵۱، جلد ۲
۳۴. التاريخ الكبير للبخاري، مذكور، ص ۹۷، جلد ۴
۳۵. أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني (م. ۴۳۰هـ)، معرفة الصحابة لأبي نعيم، ص ۱۳۲۱، جلد ۳، دار الوطن للنشر، الرياض، ۱۹۹۸م
۳۶. طبقات الكبرى، مذكور، ص ۴۶۹، جلد ۳
۳۷. محمد بن اسماعيل البخاري (م. ۲۵۶هـ)، التاريخ الأوسط، ص ۱۸۲، جلد ۱، مكتبة دارالتراث، القاهرة، ۲۰۰۶م
۳۸. أبو عبد الله أحمد بن حنبل (م. ۲۴۱هـ)، مسند لإمام أحمد بن حنبل، ص ۴۷۲، جزء ۳۷، مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ م

۳۹. أيضا
۴۰. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۲۵۰، جلد ۱
۴۱. مسلم بن الحجاج القشيري (م. ۲۶۱ھ) جامع الصحيح المسلم، ص ۳۸۶، جلد ۱، دار إحياء التراث العربي، بيروت
۴۲. الجرح والتعديل، مذكور، ص ۳۶، جلد ۴
۴۳. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۷۵، جلد ۸
۴۴. أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن منده (م. ۳۹۵ھ)، معرفة الصحابة لابن منده، ص ۶۷۴، جلد ۱، مطبوعات جامعة الإمارات العربية المتحدة، ۲۰۰۵ء
۴۵. معرفة الصحابة لأبي نعيم، مذكور، ص ۴۹۷، جلد ۱
۴۶. معجم الصحابة للبخاري، مذكور، ص ۸۷، جلد ۳
۴۷. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۲۱، جلد ۶
۴۸. جامع الصحيح المسلم، مذكور، ص ۱۵۴۶، جلد ۳
۴۹. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۰۱، جلد ۴
۵۰. محمد بن اسماعيل البخاري (م. ۲۵۶ھ)، الجامع الصحيح البخاري، ص ۱۲۳، جلد ۳، دار طوق النجاة، دمشق، ۱۴۲۲ھ
۵۱. التاريخ الكبير للبخاري، مذكور، ص ۲۴، جلد ۵
۵۲. محمد ابن اسماعيل البخاري (م. ۲۵۶ھ)، الأدب المفرد، ص ۳۶، جلد ۱، دارالبشائر الاسلامية، بيروت، ۱۹۸۹ء
۵۳. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۰۱، جلد ۱
۵۴. عز الدين ابن اثير الجزري (م. ۶۳۰ھ)، الكامل في التاريخ، ص ۸، جلد ۴، دارالكتاب العربي، بيروت، ۱۹۹۷م
۵۵. عبدالعزيز بن أحمد الكتاني الدمشقي (م. ۴۶۶ھ)، تاريخ مولد العلماء ووفياتهم، ص ۲۱۳، جلد ۱، دارالعاصمة، رياض، ۱۴۰۹ھ
۵۶. أبو الوليد سليمان (م. ۴۷۴ھ)، التعديل والتخرج، ص ۸۰۷، جلد ۲، داراللواء للنشر والتوزيع، رياض، ۱۹۸۲م
۵۷. أبو القاسم علي بن الحسن ابن عساكر (م. ۵۷۱ھ)، تاريخ دمشق، ص ۴۹، جزء ۳۱، دارالفكر للطباعة والنشر، ۱۹۹۵م
۵۸. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۴۱۳، جلد ۷
۵۹. محمد بن عيسى الترمذي (م. ۲۷۹ھ)، سنن ترمذي، ص ۵۶۸، جلد ۵، مكتبة، مصطفى الباي، مصر، ۱۹۷۵م

۶۰. تاريخ دمشق، مذكور، ص ۱۳۶، جزء ۲۷
۶۱. أبو الحسين عبد الباقي ابن قانع (م. ۳۵۱ھ)، معجم الصحابة لابن قانع، ص ۸۰، جلد ۲، مكتبة الغرباء الأثرية، المدينة المنورة، ۱۳۱۸ھ
۶۲. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۱۳، جلد ۷
۶۳. أيضا
۶۴. تاريخ دمشق، مذكور، ص ۱۳۶، جزء ۲۷
۶۵. معرفة الصحابة لأبي نعيم، مذكور، ص ۳۳۸، جلد ۶
۶۶. الإصابة في تمييز الصحابة، مذكور، ص ۲۱، جلد ۴
۶۷. معجم الصحابة للبخاري، مذكور، ص ۱۷۲، جلد ۴
۶۸. تاريخ مولد العلماء ووفياتهم، مذكور، ص ۲۱۵، جلد ۱
۶۹. تاريخ دمشق، مذكور، ص ۱۶۲، جزء ۲۷
۷۰. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۱۳، جلد ۷
۷۱. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۳۶۷، جلد ۵
۷۲. معرفة الصحابة لأبي نعيم، مذكور، ص ۲۷۶۱، جلد ۵
۷۳. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۳۶۷، جلد ۵
۷۴. أبو عبد الله علاء الدين مغلاطائي (م. ۷۶۲ھ)، إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ص ۱۳۰، جلد ۱۲، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، ۲۰۰۱م
۷۵. التاريخ الكبير، مذكور، ص ۲۳۶، جلد ۸
۷۶. إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مذكور، ص ۱۳۰، جلد ۱۲
۷۷. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۳۶۷، جلد ۵
۷۸. معجم الصحابة لابن قانع، مذكور، ص ۲۱۱، جلد ۳
۷۹. التاريخ الكبير، مذكور، ص ۱۲۲، جلد ۳
۸۰. الجرح والتعديل، مذكور، ص ۲۱۰، جلد ۳
۸۱. إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مذكور، ص ۱۳۰، جلد ۱۲
۸۲. سير أعلام النبلاء، مذكور، ص ۳۴۸، جلد ۴
۸۳. شمس الدين الذهبي (م. ۷۴۸ھ)، تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، ص ۱۰۱۳، جلد ۲، دار الغرب الإسلامي، ۲۰۰۳ء
۸۴. الإصابة في تمييز الصحابة، مذكور، ص ۸۶، جلد ۱
۸۵. الوافي بالوفيات، مذكور، ص ۲۰۰، جزء ۲۷
۸۶. إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مذكور، ص ۱۳۰، جلد ۱۲

۸۷. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۹۵، جلد ۵
۸۸. التاريخ الكبير، مذكور، ص ۱۵۰، جلد ۴
۸۹. جامع الصحيح البخاري، مذكور، كتاب المناقب، باب ختم النبوة، رقم: ۲۵۴۱
۹۰. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۲۶۶، جلد ۴
۹۱. الثقات لابن حبان، مذكور، ص ۲۱۷، جلد ۱
۹۲. جامع الصحيح البخاري، مذكور، باب حج الصبيان، رقم: ۱۸۵۸
۹۳. جامع الصحيح البخاري، مذكور، باب استقبال الغزاة، رقم: ۳۰۸۳
۹۴. صحيح مسلم، مذكور، كتاب الفضائل، رقم: ۱۱۱
۹۵. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۸۳، جلد ۲
۹۶. الثقات لابن حبان، مذكور، ص ۱۷۱، جلد ۳
۹۷. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۴۷۱، جلد ۵
۹۸. أحمد بن علي أبوبكر ابن المنجوية (م. ۴۲۸هـ)، رجال صحيح مسلم، ص ۲۹۴، جلد ۱، دار المعرفة، بيروت، ۱۴۰۷هـ
۹۹. معجم الصحابة للبغوي، مذكور، ص ۱۹۲، جلد ۳
۱۰۰. تاريخ مولد العلماء ووفياتهم، مذكور، ص ۲۱۹، جلد ۱
۱۰۱. معرفة الصحابة لأبي نعيم، مذكور، ص ۱۳۷۲، جلد ۳
۱۰۲. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۱۲، جلد ۷
۱۰۳. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۳۳۳، جلد ۷
۱۰۴. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۱۷، جلد ۷
۱۰۵. معجم الصحابة للبغوي، مذكور، ص ۴۳، جلد ۱
۱۰۶. أبو عبد الله أحمد بن حنبل الشيباني (م. ۲۴۱هـ)، مسند أحمد بن حنبل، ص ۲۶۸، جلد ۱۹، مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء
۱۰۷. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۹۱، جلد ۳
۱۰۸. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۳۱۲، جلد ۸
۱۰۹. تاريخ دمشق، مذكور، ص ۳۳۹، جلد ۹
۱۱۰. الإصابة في تمييز الصحابة، مذكور، ص ۲۷۵، جلد ۱
۱۱۱. الطبقات الكبرى، مذكور، ص ۱۲، جلد ۷
۱۱۲. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذكور، ص ۲۹۴، جلد ۱
۱۱۳. الإصابة في تمييز الصحابة، مذكور، ص ۲۷۵، جلد ۱
۱۱۴. أيضا
۱۱۵. صحيح مسلم، مذكور، كتاب المساجد، رقم: ۱۴۹۹

۱۱۶. أبو الفضل أحمد بن علي ابن حجر العسقلاني (م. ۸۵۲ھ)، تهذيب التهذيب، ص ۳۷۶، جلد ۱، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند، ۱۳۲۶ھ
۱۱۷. سنن ترمذی، مذکور، باب مناقب أنس بن مالك، رقم: ۳۸۳۳
۱۱۸. سير الصحابة، مذکور، ص ۱۲۸، جلد ۳
۱۱۹. أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (م. ۲۷۳ھ)، سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، رقم: ۸۲۷، دار إحياء الكتب العربية
۱۲۰. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۲۷۶، جلد ۱
۱۲۱. سير الصحابة، مذکور، ص ۱۲۵، جلد ۳
۱۲۲. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذکور، ص ۲۹۴، جلد ۱
۱۲۳. يوسف بن عبدالرحمن المزني (م. ۷۴۲ھ)، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ص ۳۵۳، جلد ۳، مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۹۸۰ء
۱۲۴. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۱۹، جلد ۷
۱۲۵. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۲۵، جلد ۷
۱۲۶. التاريخ الكبير، مذکور، ص ۲۸، جلد ۲
۱۲۷. معجم الصحابة للبعثي، مذکور، ص ۵۷، جلد ۱
۱۲۸. معرفة الصحابة لأبي نعيم، مذکور، ص ۲۳۳، جلد ۱
۱۲۹. تاريخ دمشق، مذکور، ص ۳۸۴، جلد ۹
۱۳۰. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۲۷۷، جلد ۱
۱۳۱. أسد الغابة في معرفة الصحابة، مذکور، ص ۲۹۴، جلد ۱
۱۳۲. الإصابة في تمييز الصحابة، مذکور، ص ۲۷۶، جلد ۱
۱۳۳. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۲۲۵، جلد ۲
۱۳۴. تاريخ دمشق، مذکور، ص ۱۱۰، جزء ۵۷
۱۳۵. تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مذکور، ص ۳۰۱، جلد ۲۷
۱۳۶. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۳۰۶، جلد ۸
۱۳۷. الطبقات الكبرى، مذکور، ص ۳۱۹، جلد ۸
۱۳۸. تاريخ دمشق، مذکور، ص ۱۱۳، جلد ۵۷
۱۳۹. أحمد بن محمد أبو نصر الكلاباذي (م. ۳۹۸ھ)، الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد، ص ۷۲۰، جلد ۲، دار المعرفة، بيروت، ۱۴۰۷ھ
۱۴۰. الجرح والتعديل، مذکور، ص ۲۸۹، جلد ۸
۱۴۱. متمم لطبقات ابن سعد، مذکور، ص ۲۲۶، جلد ۲

۱۴۲. أبو عمر يوسف (م. ۳۶۳ھ)، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ص ۱۳۷۸، جلد ۳، دار الجليل، بيروت
۱۴۳. تاريخ دمشق، مذكور، ص ۱۱۷، جلد ۵۷
۱۴۴. الإصابة في تمييز الصحابة، مذكور، ص ۳۳، جلد ۶

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (<http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/>).